

3 ایس سی آر سپریم کورٹ کی رپورٹ 947
23 فروری 1961ء

از عدالت الاعظمیٰ

جسٹس چندر اسرما ڈولائی

بنام

آنندی رام کلیتا اور دیگران

(پی۔ بی۔ گجینڈرا گڈکار اور کے۔ این۔ وانچو، جسٹسز)

برہموتز زمین۔ ناقابل تنسیخ۔ بارثوت۔ آسام لینڈ اینڈ ریونیورگیولیشن، 1886 (1886) کا
ضابطہ 1)، دفعات 3 (جی)، 8 (1) (اے)، 9۔

مدعی اور اپیل کنندہ نے مقدمہ دائر کرتے ہوئے الزام عائد کیا تھا کہ مقدمے میں دی گئی زمینوں کو
غیر مجاز طور پر مدعا علیہان کے نام پر پیش روؤں کو منتقل کیا گیا تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ یہ زمینیں آسام میں ایک
خاص قدیم مندر کے بارڈیوریوں (عہدیداروں) کو دی گئی تھیں تاکہ وہ مندر میں نصب دیوتاؤں کی خدمت
کر سکیں اور اس طرح یہ زمینیں بارڈیوریوں کے علاوہ اجنبیوں کے لئے ناقابل تنسیخ تھیں۔

انہوں نے کہا کہ آسام میں زمین کی مدت کی تاریخ کے پیش نظر اور آسام لینڈ اینڈ ریونیورگیولیشن
(1886 کے ضابطہ 1) کی متعلقہ قانونی دفعات کی بنیاد پر زمینوں کو بغیر کسی پابندی کے قابل اور منتقلی کے
قابل سمجھا جانا چاہئے۔ ٹرانسفر بارڈیوریز، جن کے پاس ریونیوریکارڈ میں برہموتز زمینوں کے طور پر بیان کی
گئی زمینیں تھیں، دفعہ 8 (1) (اے) کے تحت آتے ہیں اور ضابطہ کی دفعہ 3 (جی) کے تحت زمین کے
مالک "بن جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں دفعہ 9 کا اطلاق ان پر ہوتا ہے جو زمینوں میں ان کے حقوق کو
مستقل، قابل کاشت اور منتقلی کے قابل تسلیم کرتے ہیں۔

مدعی اور اپیل کنندہ کی اس دلیل کو ثابت کرنے کے لئے کہ زمینوں کو صرف ایک مخصوص طبقے کے افراد کے لئے الگ تھلگ کیا جاسکتا ہے، درخواست گزار کی ذمہ داری تھی نہ کہ مدعا علیہان پر کہ اس کے برعکس ثابت کرنے کی۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : 1957 کی دیوانی اپیلیٹ نمبر 105 اور 106۔

آسام ہائی کورٹ کے 8 اپریل 1954 کے فیصلے اور فرمان کے خلاف اپیل اپیلیٹ فرمان نمبر 41 اور 1951 کے 54 سے اپیل کی گئی۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ایل کے جھا اور ڈی این مکھرجی۔

نونیت لال، جواب دہندگان نمبر 1 سے 12 تک۔

23 فروری 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس گجیندر اگڈ کر - یہ دونوں اپیلیٹ اپیل کنندہ کی جانب سے آسام ویلی ڈسٹرکٹس کے خصوصی ماتحت بیج کی عدالت میں دائر ایک مقدمے سے اخذ کی گئی ہیں، جس میں انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ درخواست گزار نے یہ اعلان کیا تھا کہ میدان سے جڑے مختلف شیڈول میں تفصیل سے بیان کردہ زمینوں کی فروخت کے دستاویزات کا عدم ہیں اور مذکورہ فروخت کے دستاویزات کے تحت آنے والی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لئے ہیں۔ ان کا مقدمہ یہ تھا کہ ہجو میں مادھب مندر ایک بہت ہی قدیم مندر ہے اور آسام راجاؤں نے بارڈوریوں (مندر کے عہدیداروں) کو زمین دی تھی تاکہ وہ مذکورہ مندر میں نصب دیوتاؤں کی خدمت کر سکیں۔ اس طرح مندر کے عہدیداروں کو دی جانے والی زمینیں زمینوں سے مالا مال تھیں اور ان پر مندر کی خدمت کا بوجھ ڈالا گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں، گرانٹ حاصل کرنے والے اس شرط پر زمین سے لطف اندوز ہونے کے حقدار تھے کہ وہ مندر کی مطلوبہ خدمت کریں۔ مذکورہ گرانٹ کے ذریعہ گرانٹ دینے والوں پر ڈالے گئے بوجھ کے نتیجے میں زمینیں اجینیوں کے لئے ناقابل تہنیخ تھیں حالانکہ انہیں مندر کے کسی بھی بارڈور

میں منتقل کیا جاسکتا تھا۔ درخواست گزار کے مطابق مذکورہ اراضی اصل میں ہم کنتاشرما اور اوما کانتاشرما کو دی گئی تھی جو اس وقت مندر میں پوجا کرنے والے تھے۔ جن جو اب دھندگان کو مقدمے میں شامل کیا گیا تھا وہ اصل عطیہ دھندگان کے وارثوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ان وارثوں میں سے تفویض کردہ افراد کی نمائندگی کرتے تھے۔ درخواست گزار نے یہ مقدمہ ہجو کے مادھب مندر کی طرف سے دائر کیا ہے، اور اس کا مقدمہ یہ ہے کہ غیر عبادت گزاروں کے حق میں عبادت گزاروں کی جانب سے کی جانے والی علیحدگی غیر قانونی تھی اور اس لیے مندر کو حق حاصل تھا کہ وہ درخواست میں بیان کردہ اعلامیے کا دعویٰ کرے اور مدعا علیہان کے عنوان سے غیر مجاز طور پر پیشروؤں کو منتقل کی گئی زمینوں پر قبضہ کرنے کا مطالبہ کرے۔ ان زمینوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور تین ضابطوں میں بیان کیا گیا ہے جن کا نام کا، کھا اور گا ہے۔

جواب دھندگان نے اس دعوے کی تردید کی۔ انہوں نے زور دیا کہ اصل گرانٹس پر خدمات کا بوجھ نہیں ہے اور یہ بغیر کسی پابندی کے الگ ہونے کے قابل ہیں۔ انہوں نے یہ بھی استدعا کی کہ انہوں نے قیمتی غور و فکر کے لیے اور زمینوں پر اس طرح کے کسی بوجھ یا ذمہ داری کا نوٹس لیے بغیر زمینیں خریدی تھیں۔ اس کے علاوہ، انہوں نے شیڈول کھا اور گا میں متعین زمینوں کے سلسلے میں حد بندی کی درخواست شامل کی۔

ٹرائل کورٹ نے اپیل کنندہ کی دلیل کو برقرار رکھا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مقدمہ میں دی گئی زمینوں پر خدمات کا بوجھ تھا جس کے نتیجے میں مذکورہ بالا علیحدگیاں کا عدم تھیں۔ اس نے یہ بھی پایا کہ خریداروں نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ انہوں نے مناسب پوچھتاچھ کی تھی اور اس لئے ان کی درخواست کہ وہ بغیر کسی نوٹس کے خریدار ہیں، برقرار نہیں رہ سکتی ہے۔ تاہم حد بندی کے سوال پر عدالت نے مدعا علیہان کی جانب سے شیڈول کھا اور گا میں بیان کردہ زمینوں کے بارے میں اٹھائے گئے عرضی کو قبول کر لیا۔ شیڈول کا میں بیان کردہ زمینوں کے بارے میں ٹرائل کورٹ نے ہدایت دی کہ اپیل کنندہ مذکورہ زمینوں کا قبضہ ٹرانسفر مدعا علیہان یا ان کے وارث کے ذریعے حاصل کرے اگر وہ مندر کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہے۔ بصورت دیگر درخواست گزار کو آزادانہ قبضہ حاصل کرنے کا حق دار قرار دیا گیا تھا اور مذکورہ ٹرانسفر کو مذکورہ زمینوں میں اپنا مفاد ترک کرنے والا سمجھا جائے گا۔

اس حکم نامے نے ضلعی عدالت کے سامنے کراس اپیلوں کو جنم دیا۔ مذکورہ اپیلوں کی ایک ساتھ سماعت ہوئی اور اپیلٹ کورٹ نے کھا اور گا اراضی کے حوالے سے ٹرائل کورٹ کے حکم نامے کی توثیق کی۔ شیڈول کا میں زمینوں کے حوالے سے اپیلٹ کورٹ نے درخواست گزار کے حق میں اعلامیہ برقرار رکھا لیکن قبضے کے لیے مشروط حکم نامہ جاری کر دیا کیونکہ اس نے کہا کہ مذکورہ زمینوں کے حوالے سے اپیل کنندہ کو مذکورہ زمینوں کی بحالی کے لئے مقدمہ دائر کرنے کے لئے خود مختار اتھارٹی سے رجوع کرنے کے لئے چھوڑ دیا جانا چاہئے۔

یہ اپیلٹ فرمان ہائی کورٹ کے سامنے دو اپیلوں اور مختلف اعتراضات کا موضوع بن گیا۔ ہائی کورٹ نے کہا ہے کہ زیر بحث زمینوں پر دباؤ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل عدالتوں کے ذریعہ بیک وقت درج کردہ نتائج ثبوتوں پر مبنی تھے جن میں سے زیادہ تر سنی سنائی باتیں تھیں اور ان میں سے تمام کو ایک ساتھ لیا گیا تھا جو مذکورہ نتائج کو برقرار رکھنے کے لئے قانون میں بہت کم اور نا کافی تھا۔ ہائی کورٹ نے زمینوں کے کردار کے حوالے سے ثبوت کی ذمہ داری مدعا علیہان پر ڈالنے پر مندرجہ ذیل عدالتوں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ہائی کورٹ کے مطابق یہ اپیل کنندہ پر منحصر ہے کہ وہ اصل گرانٹ کی نوعیت کے حوالے سے اپنا کیس ثابت کرے۔ ہائی کورٹ نے اس حقیقت کو دھیان میں رکھا ہے کہ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سی زمینیں اجنبیوں کو منتقل کی گئی تھیں اور یہ اپیل کنندہ کے ذریعہ بنائے گئے معاملے سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ، ہائی کورٹ نے اس حقیقت کا حوالہ دیا ہے کہ مذکورہ زمینوں کو ریونیو پیپرز میں برہموترا اراضی کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ زمینیں بغیر کسی پابندی کے قابل اور منتقلی کے قابل ہیں۔ حد بندی کے سوال پر ہائی کورٹ نے مدعا علیہان کی اس درخواست کو قبول کر لیا ہے کہ لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 144 کا اطلاق ہوتا ہے۔ ضلعی عدالت کے ذریعہ اپیل کنندہ کو دیئے گئے اعلامیے کے بارے میں ہائی کورٹ نے مشاہدہ کیا ہے کہ مذکورہ اعلان بالکل بے کار تھا۔ نتیجے میں اپیل کنندہ کی طرف سے ترجیح دیئے گئے مقدمے کو تمام اخراجات کے ساتھ خارج کر دیا گیا ہے۔ یہ وہی فیصلہ ہے جسے اپیل کنندہ نے ہائی کورٹ کی طرف سے اپیل کنندہ کو دیئے گئے سرٹیفکیٹ کے ساتھ ہمارے سامنے چیلنج کیا ہے۔

درخواست گزار کے لئے مسٹر جھانے ہمارے سامنے جو بنیادی نکتہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہائی کورٹ نے اس نتیجے پر پہنچنے میں غلطی کی ہے کہ مقدمہ میں جن زمینوں کو ریونیو ریکارڈ میں برہموترا اراضی کے طور پر

بیان کیا گیا ہے وہ بغیر کسی پابندی کے قابل منتقلی کے قابل ہیں۔ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے کی حمایت میں زمینوں کی تاریخ، ابتدائی گرانٹ کی نوعیت اور آسام فتح کرنے کے بعد برطانوی حکومت کی طرف سے گرانٹ حاصل کرنے والوں کے لقب کو تسلیم کرنے اور اس کے بعد اٹھائے گئے متعدد اقدامات کا حوالہ دیا ہے۔ اس تاریخ کو آسام لینڈ ریونیو مینوئل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس تعارف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھراج (مکمل آمدنی ادا کرنے والی) جاگیروں سے الگ نصف کھراج (نصف آمدنی ادا کرنے والی) جاگیریں صرف آسام میں پائی جانے والی مدت کار کی ایک کلاس تشکیل دیتی ہیں اور ان کی اپنی ایک خاص تاریخ ہے۔ 1834ء میں آسام کے حکومت ہند کے ساتھ الحاق کے فوراً بعد اس نے فیصلہ دیا کہ کسی بھی سابقہ حکومت کی گرانٹ پر مبنی زمینوں کو بغیر تخمینے کے رکھنے کے تمام حقوق کو برطانوی فتح کی وجہ سے منسوخ سمجھا جانا چاہئے۔ لہذا اس مدت کی بحالی کے تمام دعوے بغیر کسی حق کے صرف حکومت کی رضامندی پر منحصر ہو سکتے ہیں۔ اس فیصلے نے سیاسی فتوحات کے قانونی نتائج کو واضح اور واضح طور پر سامنے لایا۔ پچھلی حکومتوں کی طرف سے دی جانے والی گرانٹس ختم ہو گئیں اور فتح کے بعد ان کا برقرار رہنا آنے والی حکومت کی رضامندی پر منحصر تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی حکومت کے تحت آسام کی فتح سے پہلے پیشرووں نے نصف کھراج جاگیروں کے اس وقت کے مالکان کے مفاد میں اپنی زمینوں کو آمدنی سے پاک رکھا تھا اور خود کو لاکھی راجدار کہا تھا۔ انہوں نے اپنی زمینوں کو دوبارہ شروع کرنے اور آدھے نرخوں پر تخمینہ لگانے کے بعد بھی اپنے آپ کو اسی طرح بیان کرنا جاری رکھا۔ آسام کے پہلے برطانوی کمشنر مسٹر سکاٹ نے لینڈ ریونیو سے پاک رکھنے کے کسی بھی دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلے میں ان کے ذریعہ کی گئی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آسام پر برمی فتح سے پہلے بھی خود آسام راجاؤں نے مشکل کے وقت کبھی کبھار پانچ اپنا پورہ (چار بگھہ) زمین کا تخمینہ لگایا تھا۔ اس مثال کی بنیاد پر مسٹر سکاٹ نے مذکورہ زمین کا تخمینہ ریڈ ریٹ پر طے کیا اور بعد میں اسے بڑھا کر سات یا آٹھ اپنا پورہ کر دیا۔ اس پابندی کو پولیس بارنگانی کے نام سے جانا جاتا تھا۔

کیپٹن (بعد میں جنرل) جینکنز 1834 میں آسام کے کمشنر بنے۔ لاکھی راجداروں نے مسٹر سکاٹ کی طرف سے ان کی زمینوں پر لگائے گئے ٹیکس کی ادائیگی پر اس بنیاد پر اعتراض کیا کہ مسٹر سکاٹ عارضی طور پر مذکورہ ٹیکس لگانے کا ارادہ رکھتے تھے اور انہوں نے اسے معاف کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس تنازعہ کو جنرل

جینکنز نے حکومت ہند کے حوالے کیا جس نے جواب دیا کہ انہیں یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مسٹر سکاٹ کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس عارضی تھا، اور انہوں نے مزید کہا کہ اگر یہ مسٹر سکاٹ کا ارادہ تھا تو یہ درست نہیں ہوگا کیونکہ مسٹر سکاٹ نے اس سلسلے میں حکومت کی منظوری حاصل نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود حکومت ہند نے ہدایت دی کہ آسام کے اضلاع میں راجا س یا ڈیوٹر یا دھر موتر یا کسی اور درخواست پر کرایہ سے پاک زمینوں کے تمام دعووں کی مکمل جانچ کی جانی چاہئے اور کیپٹن بوگل کو 1818 کے ضابطہ 3 کے تحت مذکورہ تحقیقات کرنے کے لئے خصوصی کمشنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ انکوآری جنرل جینکنز کے کنٹرول اور احکامات کے تابع ہونی تھی۔ حکومت نے کیپٹن بوگل کی تفتیش میں رہنمائی کے لئے کچھ اصول مقرر کیے۔ ان اصولوں میں سے ایک یہ تھا کہ لاکھی راج انکوآری کے زیر التوا مسٹر سکاٹ کی معتدل شرحیں عائد کی جانی تھیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے جاری کردہ احکامات میں واضح طور پر آسام میں محصولات سے پاک تمام زمینوں کا تخمینہ لگانے کے حکومت کے حق کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن اس حق کے تابع حکومت لاکھی راجداروں کو ان کے زیر قبضہ تمام زمینوں کو بحال کرنے اور ان کے قبضے کی تصدیق کرنے کے لئے تیار تھی۔

ایسا لگتا ہے کہ حکومت کی طرف سے جاری کردہ ہدایات پر جنرل جینکنز نے مکمل طور پر عمل نہیں کیا تھا۔ تمام لاکھی راج زمینوں کو ایک ہی بنیاد پر ماننے اور اس کا جائزہ لینے کے لئے ذمہ دار ہونے کے بجائے جنرل نے مندروں اور برہموترا یا دھر موتر کے نام سے جانی جانے والی زمینوں کے درمیان ایک وسیع فرق کیا، یعنی کسی مذہبی مقصد کے لئے وقف زمینیں مندر کی زمین نہیں تھیں۔ سابق کے حوالے سے انہوں نے گرانٹس کو آمدنی سے پاک کرنے کی تصدیق کی۔ مؤخر الذکر کے سلسلے میں انہوں نے صرف اس بات کی تصدیق کی کہ مسٹر سکاٹ کے موافق نرخوں کی ادائیگی سے مشروط ہے یہاں تک کہ کیپٹن بوگل کی انکوآری ختم کر دی گئی اور اس سلسلے میں حتمی احکامات جاری نہیں کیے گئے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اگرچہ کیپٹن بوگل کی تفتیش کئی سالوں تک جاری رہی لیکن یہ سال 1860 تک باضابطہ طور پر مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک حکومت ہند کی جانب سے انکوآری کے آغاز پر جاری کی گئی ہدایات نظروں سے اوجھل ہو چکی تھیں اور تفتیشی افسر کی طرف سے حکومت ہند کو کوئی رپورٹ پیش نہیں کی گئی تھی اور حکومت ہند کے حتمی احکامات اس سوال پر حاصل نہیں کیے گئے تھے کہ کیا برہموترا اور دھر موتر کی زمینوں

کے مالکان کو جنرل جینکنز کے مقرر کردہ نرخوں پر اپنی زمینیں رکھنی ہوں گی۔ نتیجتاً ان زمینوں کے مالکان نے اس کے بعد سے حکومت ہند کی طرف سے کوئی باضابطہ فیصلہ کیے بغیر آدھی قیمت پر اپنے پاس رکھنا جاری رکھا ہے۔ اس کے بعد مذکورہ نرخوں پر زمین رکھنے کے مالکان کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے اور 1879 میں حکومت ہند کی طرف سے ان کی ملکیت کو قابل کاشت اور منتقلی کے قابل قرار دیا گیا ہے۔

ان زمینوں کی تاریخ کا یہ خلاصہ جو آسام لینڈ ریونیو مینٹل کے تعارف میں پایا جاتا ہے، سے پتہ چلتا ہے کہ آج کے نصف کھراج عام طور پر ایک ایسے شخص ہیں جن کی زمینوں پر ان کے آباؤ اجداد نے اس بنیاد پر ریونیو فری دعویٰ کیا تھا کہ انہیں آسام راجاؤں نے کسی مذہبی یا خیراتی مقصد کے لیے دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "نصف خراج" پہلی بار 1871 میں ایجاد کیا گیا تھا اور اس کا اطلاق ان تمام جاگیروں پر ہوتا ہے جو عام آمدنی کی شرح سے نصف ادا کرتے ہیں۔ یہ لفظ ممکنہ طور پر لفظ "لاکھیراج" کے استعمال سے پیدا ہونے والی الجھن سے بچنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا جو 1871 سے پہلے ان پر لاگو کیا گیا تھا۔

اسی طرح آسام سے متعلق سرکاری گزٹ میں بھی اس مدت کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور باڈن پاول (جلد III، صفحہ 406 مندرجہ ذیل)۔

اس مرحلے پر 1886 کے ضابطہ 1 کی متعلقہ دفعات کا حوالہ دینا ضروری ہوگا۔ اسے مذکورہ سال کا آسام لینڈ اینڈ ریونیو ریگولیشن کہا جاتا ہے۔ اس ضابطہ کی دفعہ 3 (جی) میں "زمین کے مالک" کی تعریف کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے دفعہ 8 کے تحت زمین کے مالک کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ جبکہ دفعہ 8 (1) میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص جس کے پاس اس ضابطہ کے نفاذ سے قبل حکومت کے ماتحت دس سال تک مستقل طور پر قائم جائیداد یا ریونیو فری اسٹیٹ میں شامل نہ ہونے والی کوئی زمین ہے اور جس نے اس مدت کے دوران حکومت کو اس پر واجب الادا آمدنی کی ادائیگی کی ہے یا اسے محصولات سے واضح استثنیٰ کے تحت رکھا ہے۔ زمین کے بارے میں زمین دار کا درجہ حاصل کرنے والا سمجھا جائے گا۔ یہ ہمیں دفعہ 9 کی طرف لے جاتا ہے جس

میں کہا گیا ہے کہ زمین کے مالک کو مذکورہ دفعہ کی شقوں (اے)، (بی) اور (سی) میں شامل دفعات کے تحت اپنی زمین پر استعمال اور قبضے کا مستقل اور منتقلی کا حق حاصل ہوگا۔ مذکورہ استثنیات کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس طرح یہ واضح ہو جائے گا، اور حقیقت میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ زمینوں پر قبضہ کرنے والے ٹرانسفر بارڈوریز دفعہ 8(1) (اے) کے تحت آتے ہیں اور دفعہ 3 (جی) کے تحت زمین کے مالک بن جاتے ہیں۔ اس موقف کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ دفعہ 9 ان پر لاگو ہوتی ہے اور ان کے قبضے والی زمینوں میں ان کے حقوق کو قانونی طور پر مستقل، قابل کاشت اور منتقلی کے قابل تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ قانونی موقف حکومت ہند کی طرف سے 1879 میں کئے گئے اعلان سے مطابقت رکھتا ہے، اور اس واضح قانونی موقف کے پیش نظر اس دلیل کو برقرار رکھنا مشکل ہوگا کہ زیر بحث زمینوں پر اس خصوصی شرط کا بوجھ ہے کہ انہیں صرف بارڈوریوں کو منتقل کیا جاسکتا ہے اور گروپ سے باہر کسی اجنبی کو نہیں۔ جیسا کہ ہائی کورٹ نے پایا ہے، اور اب اس پر کوئی تنازعہ نہیں ہے، ان زمینوں کو ریونیوریکارڈ میں برہموت زمینوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور مذکورہ زمینوں اور ان کے مالکان کو ضابطہ کی قانونی دفعات کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جن کا ہم نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ لہذا، اس نتیجے سے بچنا ناممکن ہے کہ ضابطہ کی متعلقہ قانونی دفعات کی بنیاد پر زمینوں کو بغیر کسی پابندی کے قابل اور منتقلی کے قابل سمجھا جانا چاہیے، معاملے کے اس پہلو کو ٹرائل کورٹ اور ایپیلیٹ کورٹ نے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تھا، اور اس طرح ہائی کورٹ نے اس غلطی کو درست کرنے میں صحیح فیصلہ کیا جو نیچے دی گئی عدالتوں کے متوازی فیصلوں میں داخل ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ ہائی کورٹ کا یہ کہنا بھی درست تھا کہ اس طرح کے معاملے میں جہاں اپیل گزار نے زور دیا تھا کہ زمینوں کو صرف ایک مخصوص طبقے کے لوگوں کے لئے الگ تھلگ کیا جاسکتا ہے، اس کی ذمہ داری اپیل کنندہ پر تھی نہ کہ مدعا علیہان پر کہ وہ اس کے برعکس ثابت کرے۔ اپیل کنندہ پر ذمہ داری ڈالنے میں ناکامی نے اس سوال سے نمٹنے کے لئے مندرجہ ذیل عدالتوں کے ذریعہ اپنائے گئے نقطہ نظر میں ایک سنگین کمزوری پیدا کی۔ کہ ان کے فیصلے میں ایک اور کمزوری تھی۔ یہ بھی واضح ہے کہ درخواست گزار نے اپنے کیس کی حمایت میں جو ثبوت پیش کیے ہیں جن کا حوالہ پہلی دو عدالتوں نے دیا ہے وہ مکمل طور پر غیر تسلی بخش

ہیں، اور اگر اس پر یقین بھی کیا جائے تو قانون میں یہ اس دلیل کو برقرار رکھنے کے لئے ناکافی ہوگا کہ زیر بحث زمینوں کی منتقلی پر ایک حد تھی۔ ہم اس بات سے بھی مطمئن ہیں کہ ضلعی عدالت کی طرف سے دیا گیا اعلان بے کار تھا۔ لہذا، ہماری رائے میں ہائی کورٹ کا نقطہ نظر بالکل درست ہے اور مذکورہ نتیجے کے جواز کے خلاف اپیل گزار کی شکایت کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔

نتیجے میں اپیلیں ناکام ہو جاتی ہیں اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہیں۔

اپیلیں خارج کر دی گئیں۔